

صحیح تاریخ ولادت مصطفیٰ ﷺ

# جشن میلاد؛ یوم وفات پر؟

ایک تحقیق؛ ایک جائزہ

نمبر ۱

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ  
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

صحيح تاريخ ولادت مصطفیٰ ﷺ

# جشن ميلاد؛ يوم وفات پر؟

ايك تحقيق؛ ايك جائزه

تحرير

شيخ ابوعدنان محمد منير قمر حفظه الله

ترجمان سپريم كورٹ، الخبر (السعوديه)

ناشر

توحيد پبليڪيشنز، بنگلور

**Contact in India**

Mohammed Rahmathullah Khan

0091-9900446193

Email: khanmr1977@gmail.com

**Contact in K.S.A**

Shahid Sattar

00966-0503815427

Email: tawheed\_pbs@hotmail.com

## حقوق اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیر

صحیح تاریخ ولادت مصطفیٰ ﷺ

جشن میلاد: یوم وفات پر؟

❖ نام کتاب

ایک تحقیق؛ ایک جائزہ

شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر رحمۃ اللہ علیہ

❖ تالیف

ابومصباح شاہد ستار

❖ کمپوزنگ

۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۳ء

❖ طبع چھارم

۲۰۰۰

❖ تعداد

Rs.

❖ قیمت

توحید پبلیکیشنز، بنگلور، (انڈیا)

❖ ناشر

### ❖ ہندوستان میں منے کے پتے ❖

1-Tawheed Publications  
Contact: Mr. M.R. Khan, S.R.K. Garden,  
Phone#9900446193  
BANGALORE-560 041  
2-Charminar Book Center  
Charminar Road, Shivaji Nagar,  
BANGALORE-560 051  
3-Maktaba As-Sunnah,  
Mohammed Najeeb Bakhali,  
Bhendi Bazar,  
Phone#8097444448  
MUMBAI (Maharashtra)

1- توحید پبلیکیشنز  
رابطہ: محمد رحمت اللہ خان، ایس. آر. کے. گارڈن،  
فون: ۹۹۰۰۴۴۶۱۹۳، بنگلور۔ ۵۶۰ ۰۴۱  
2- چارمینار بک سنٹر،  
چارمینار روڈ، شیواجینگر، بنگلور۔ ۵۶۰ ۰۵۱  
3- مکتبہ السنہ  
محمد نجیب بقالی، فون: ۸۰۹۷۴۴۴۴۴۸  
بھینڈی بازار، ممبئی

Contact tawheed\_pbs @hotmail.com

khanmr1977@gmail.com

## فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
4	نگاہِ اولین	1
6	ظہورِ قدسی یا نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت	2
10	عید میلاد کے نام پر کی جانے والی یہ خوشیاں ولادت پر ہیں یا وفات پر؟	3
15	مروجہ میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کتاب و سنت کی روشنی میں	4
19	صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں	5
24	قالین عید میلاد النبی ﷺ کے دلائل اور ان کا جائزہ	6
25	❶ اعتراض	7
26	❶ جواب	8
27	❷ اعتراض اور جواب	9
28	❷ اعتراض اور جواب	10
29	❸ اعتراض اور جواب	11
31	❸ اعتراض اور جواب	12
32	❹ اعتراض اور جواب	13
34	❹ اعتراض اور جواب	14
35	❺ اعتراض	15
36	❺ جواب	16
39	کتابیات	17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نگاہِ اولیں

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ  
أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا  
هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.  
أَمَّا بَعْدُ:

قَارِئِينَ كَرَامٍ! السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ:

ہر سال ماہ ربیع الاول کی آمد پر اسلامیان برصغیر میں ایک بحث چھڑ جاتی ہے کہ عید  
میلاد النبی ﷺ پر جشن وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسکے ساتھ ہی ایک دوسری قابل توجہ  
بات یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کس تاریخ کو ہوئی؟

زیر نظر کتابچہ میں انہی دونوں سوالوں کا مدلل جواب دیا گیا ہے، دراصل تو یہ ہماری  
چند ریڈیائی تقاریر ہیں جو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین کی اردو سروس سے کئی مرتبہ نشر  
ہوئیں۔ اور یہی موضوع ہماری کتاب ”سیرۃ الامام الانبیاء“ اور ”قبولیت عمل کی شرائط“ میں شائع  
ہو چکا ہے۔ اور متعدد جماعتی پرچوں میں بھی قسط وار شائع ہوا ہے۔ اب ہم اسے الگ مستقل  
رسالے کی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم سب  
سے پہلے اللہ تعالیٰ کے، اس توفیق پر شکر گزار ہیں۔ اور دعاء گو ہیں کہ اسے شرف قبول سے  
نوازے اور پھر اپنے احباب میں سے حافظ ارشاد الحق صاحب (فاضل، مدینہ یونیورسٹی، مقیم  
الذید شارجہ) کے بھی ممنون ہیں کہ انھوں نے تقاریر کے اسکرپس کو مسلسل تحریر کی شکل میں منتقل

کردیا۔

اور اس کی طباعت و شاعت میں تعاون کرنے والے تمام احباب خصوصاً جناب رحمت اللہ خان صاحب (ایڈووکیٹ) اور جناب شاہد ستار صاحب کے بھی تہہ دل سے احسان مند ہیں۔

جَزَاهُمْ اللَّهُ خَيْرًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

سعودی عرب، الخمر

ترجمان سپریم کورٹ الخمر وداعیہ متعاون

شہِ دوشنبہ

مراکز دعوت و ارشاد، الخمر، الدمام، الظہران

۱۳۲۲ / ۵ / ۲ ھ

۲۳ / ۷ / ۲۰۰۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ظہورِ قُدسی

یا

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت باسعادت

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد ارض و سماء کے روحانی تعلق اور رشتہٴ وحی کو منقطع ہوئے کم و بیش چھ سو سال گزر چکے تھے۔ پوری دُنیا بالعموم اور ملک و قوم عرب بالخصوص کچھ اس طرح کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی انحطاط سے دوچار تھی کہ پورا عالم انسانیت ہی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھر چکا تھا۔ انسان کا ضمیر مُر جھا چکا تھا۔ تاریکیوں نے ہر پہلو سے بنی آدم کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور روشنی کی کوئی کرن دُور دُور تک نظر نہیں آتی تھی۔

خالق کائنات، مالک ارض و سماء کو اپنی اس مخلوقِ انسانی کے حال پر ترس آ گیا۔ رحمتِ الہی جوش میں آئی اور اس نے بھنگی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کے لئے اولادِ ابراہیم خلیل اور نسلِ اسماعیل ذبحِ عَلَیْہِ السَّلَام سے نبیِ آخر الزمان رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو پیدا فرمایا۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت کے اُس یومِ سعید کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

”چنستانِ دہر میں بارہا رُوحِ پرور بہاریں آچکی ہیں۔ چرخِ نادرہ کارنے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سرو سامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ لیکن آج (یعنی ۹ ربیع الاول) کی



تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشمِ براہ تھے۔ چرخِ کُہن مدت ہائے دراز سے اسی صبحِ جان نواز کے لیے لیلِ ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضاء و قدر کی بزمِ آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیوں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالمِ قدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیم، جمالِ یوسف، معجز طرازیِ موسیٰ، جان نوازیِ مسیح (علیہ السلام) سب اسی لئے تھے کہ یہ متاعِ ہائے گراں قدر، شاہِ کونین (علیہ السلام) کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخِ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ:

”آج کی رات ایوانِ کسری کے پودہ کنگرے گر گئے۔ آتشِ کدہِ فارس

بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا“۔<sup>①</sup>

آگے علامہ شبلی لکھتے ہیں: ”لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسری نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم اور اوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں بلکہ تحیمِ شر، آتشکدہِ کفر، آذر کدہِ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازہٴ حوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔ توحید کا غلغلہ اٹھا۔ چمنستانِ سعادت میں بہار آگئی۔ آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پر تو قدس سے چمک اٹھا۔ (یعنی) یتیمِ عبداللہ، جگر گوہرِ آمنہ،<sup>②</sup> مگر یاد رہے کہ یہ ارباصاتِ نبوت دلائلِ النبوة میں امام بیہقی نے اور طبقات (۶۳۱) میں ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیئے ہیں۔

مگر علامہ محمد الغزالی نے اپنی کتاب ”فتحة السيرة“ میں ان تعبیرات کو غلط قرار دیا ہے۔ (فقہ السیرہ بتخریج الالبانی ص ۶۱ طبع مصر)

شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرمانروائے عالم، شاہِ کونین، عالمِ قدس سے عالمِ امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوئے۔<sup>①</sup>

اور یہ تحقیق ہم آگے چل کر پیش کر رہے ہیں کہ بہت دانوں، مؤرخوں اور سیرت نگاروں نے صحیح ترین تاریخ و ولادت ۹ ربیع الاول ۱۰ عام الفیل<sup>②</sup> ۲۰ اپریل ۱۷۵۷ء بروز پیر کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کی ولادت کے بعد سیدہ آمنہ نے آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو پیغامِ مسرت بھیجا۔ وہ خوشی خوشی گھر آئے۔ اپنے عنفوانِ شباب میں داغِ مفارقت دے جانے والے بیٹے کی نشانی کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ میں لے گئے۔ وہاں دُعاء مانگی اور واپس لائے۔ اور دادا نے ہی اپنے اس دُرّیتیم کا نام محمد رکھا۔

اور سیرت ابن ہشام (۱۵۹/۱-۱۶۰) میں لکھا ہے کہ:

آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کا حسبِ دستور رختہ کیا۔ اور ساتویں دن ہی آپ ﷺ کا نام بھی رکھا۔<sup>③</sup>

اور یہ بات جو عام مشہور ہے کہ نبی ﷺ خُونِ پیدائش سے تھے، اس کے بارے میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

① سیرت النبی ﷺ علامہ شبلی ۱۷۰/۱ تا ۱۷۱/۱

② ترمذی شریف میں قیسؓ بن مخرمہ کے الفاظ ہیں ”وُلِدْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفِيلِ“ اسی روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قباثؓ بن اُشیم سے پوچھا: أَنْتَ أَكْبَرُ أَمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ”تم بڑے یا رسول اللہ ﷺ؟“ تو انہوں نے کمالِ ادب سے جواب دیا: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيلَادِ ”مجھ سے بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں البتہ میں آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوا تھا۔“ (ترمذی مع تحفة الاحوذی ۱۰/۸۸، ۸۹، حدیث ۳۶۹۸، طبع مدنی)

③ تفصیل کے لئے دیکھئے زاد المعاد، ۸۲۳/۱، ۸۲۳/۱، تحقیق الارناؤوط طبع قطر۔

وہ حدیث صحیح نہیں بلکہ ابن الجوزی نے اسے موضوعات (من گھڑت روایات) میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی بھی حدیث صحیح ثابت نہیں۔ اور یہ کوئی خاصہ رسول بھی نہیں، کیونکہ کتنے ہی اور لوگ بھی محتون پیدا ہو چکے ہیں۔<sup>①</sup>

ایسے ہی اور بھی بہت سے اُمور مثلاً حملِ آمنہ، شبِ ولادتِ رسول ﷺ میں ارہصات و خوارق کتبِ تاریخ و سیرت میں بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے کچھ غلو کا نتیجہ ہیں تو کچھ رواۃ کے تساہلِ قبول کا۔ کچھ روایات ضعیف ہیں اور کئی موضوع ہیں۔ اسی لئے ہم نے ان سے صرف نظر کر رہے ہیں۔ کیونکہ جب صحاح و حسان میں کفایت ہے تو ضعاف و موضوعات کی کیا حاجت؟



① فقہ السیرۃ غزالی ص ۶۱۔

## عید میلاد کے نام پر کی جانے والی یہ خوشیاں ولادت پر ہیں یا وفات پر؟

ماہ ربیع الاول عید میلاد النبی ﷺ کا جشن منایا جاتا ہے، جبکہ عید میلاد النبی منانے یا نہ منانے کے مسئلے سے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کب ہوئی؟ اور آپ ﷺ نے کس دن وفات پائی؟ تاکہ کہیں غلطی سے آپ ﷺ کی وفات پر خوشیاں منانے کا نادانستہ جرم نہ کرتے رہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات تو تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں میں متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن پیر ہے۔ اور اصحاب تاریخ و سیر پر ہی بس نہیں، خود نبی ﷺ کی ایک صحیح حدیث مسلم شریف میں موجود ہے۔ جس میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:-

((ذَلِكَ يَوْمٌ "وُلِدْتُ فِيهِ أَوْ نُزِلَ عَلَيَّ فِيهِ")) (مسلم عن ابی قتادہ)  
”یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا، اور اسی دن میں مبعوث ہوا یا مجھ پر وحی نازل کی گئی۔“

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-

((وُلِدَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ اَسْتُبِيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ تُوْفِيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ خَرَجَ مُهَاجِرًا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ رَفَعَ الْحَجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ))<sup>①</sup>

① قال الهيثمي في مجمع الزوائد رواه احمد والطبراني في الكبير وزاد فيه: فَخَرَجَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ==

”نبی اکرم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن نبوت کا اعلان کیا۔ اور پیر کے دن ہی وفات پائی اور پیر کے دن نبی اکرم ﷺ مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہوئے اور پیر کے دن مدینہ منورہ پہنچے اور پیر کے دن حجر اسود کو اٹھایا۔“

رہا معاملہ تاریخ ولادت کا، تو اس کے بارے میں خود آپ ﷺ سے تو کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ سیرت ابن اسحاق کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ جس سال کہ ہاتھی والے ابرہہ اور اس کے لشکر نے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا، اور غضب الہی کا شکار ہوئے تھے۔<sup>①</sup>

اور امام سہیلی نے نقل کیا ہے کہ:

”ہاتھی ماہِ حرم میں مکہ آیا تھا۔ اور آپ ﷺ اس واقعہ کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے تھے۔“ جبکہ ان امام سہیلی اور محمد بن اسحاق کے بقول جمہور اہل علم کا مسلک یہی ہے۔<sup>②</sup>

مشہور مفسر اور مورخ کبیر حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ آپ ﷺ ماہِ ربیع الاول میں پیدا ہوئے لیکن یہ کہ آپ ﷺ اس ماہ کے اول، آخر، وسط یا کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اسکے بارے میں مورخین اور

== نَزَلَتْ سُورَةُ الْمَائِدَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ (الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) وَفِيهِ ابْنُ لَهِيْعَةٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ (اى لانه عنن وبقية رجاله ثقات من اهل الصحيح) انظر الفتح الرباني للعلاّمه احمد عبد الرحمن البناء ۱۸۹/۲۰ .

① وہ روایت یوں ہے: عن قیس بن مخزم..... قال: وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَيْلِ فَنَحْنُ لِذَاكَ وَوَلِدْنَا مَوْلِدًا وَاحِدًا. (ابن اسحاق بہ سندِ جید کذا قالہ البناء فی الفتح الربانی ۱۹۰/۲۰)

قیس بن مخزم بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی سال عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

② الفتح الربانی للبناء ۱۹۰/۲۰

سیرت نگاروں کے بکثرت اقوال نقل کیئے ہیں کسی نے دو ربیع الاوّل کہا ہے، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ اور کسی نے اٹھارہ اور بعض نے بائیس ربیع الاوّل کہا ہے۔ اور ان سب میں سے راجح قول دو ہیں۔

ایک بارہ ربیع الاوّل کا اور دوسرا آٹھ ربیع الاوّل کا۔

اور صاحب البدایہ نے آٹھ ہی کو راجح قرار دیا ہے۔ جو امام حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے اور کئی دیگر آئمہ نے اسی کی تائید کی ہے۔<sup>①</sup>

امام طبری<sup>②</sup> اور امام ابن خلدون<sup>③</sup> نے بارہ ربیع الاوّل کو اختیار کیا ہے۔

اور امام ابن الجوزی<sup>④</sup> نے الوفا باحوال المصطفیٰ (۱/۱۵۴ طبع الرياض) میں دس ربیع الاوّل کو اقلیت دی ہے۔

جبکہ ماضی قریب کے دو عظیم سیرت نگاروں میں سے علامہ قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں اور علامہ شبلی نے سیرت النبی میں ۹ ربیع الاوّل بمطابق ۲۰/۱ اپریل ۱۷۵۷ء کو از روئے تحقیق جدید صحیح ترین تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔<sup>⑤</sup>

اسی تاریخ کو محمد طلعت عرب نے تاریخ دول العرب میں صحیح قرار دیا ہے۔<sup>⑥</sup>

اور مصر کے معرّف ماہر فلکیات اور معروف ہیئت دان محمود پاشا فلکی نے اپنی کتاب ”التقویم العربی قبل الاسلام وتاریخ میلاد الرسول و ہجرتہ“ میں دلائل ریاضی کی رو سے متعدد زائجے بنا کر ثابت کیا ہے کہ:

① البدایہ والتہایہ امام ابن کثیر ۲/۲۵۹، ۲۶۲

② بحوالہ رحمۃ اللعالمین علامہ قاضی سید سلیمان منصور پوری ۴۰/۱ حاشیہ۔

③ شبلی ۱/۱۷۱، قاضی ۴۰/۱۔

④ بحوالہ قاضی ۴۰/۱ حاشیہ و ۲/۳۶۷ ایضاً و انظر محمد ”القدوة الكاملة“ ص ۷ طبع وزارة العدل والشئون الاسلامیہ دہلی۔

عام الفیل ماہ ربیع الاول میں یوم الاثنین کی صحت کے پیش نظر اور فرزند رسول ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے یوم وفات پر سورج گرہن لگنے کے حساب کو مد نظر رکھا جائے تو آپ ﷺ کی ولادت کی صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہی آتی ہے، جبکہ شمسی عیسوی تقویم کے حساب سے آپ ﷺ کی ولادت کا وقت ۲۰ اپریل ۱۷۵۷ء بروز پیر کی صبح بنتا ہے۔<sup>①</sup>

محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

① صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا۔ اور یہ ۱۰ ہجری تھا اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا تریسٹھواں (۶۳) سال تھا۔

② ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ ہجری کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو آٹھ بج کر تیس منٹ پر لگا تھا۔

③ اسی حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری تریسٹھ برس پیچھے ہیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال ۱۷۵۷ء ہے، جس میں از روئے قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۱۷۵۷ء کے مطابق تھی۔

④ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے، لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا۔ اور تاریخ آٹھ سے لے کر بارہ تک میں منحصر ہے۔

⑤ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن صرف نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۱۷۵۷ء تھی۔ اور ربیع الاول کی نو تاریخ۔ اور بارہ ربیع الاول کی روایت مشہور تو ہے مگر وہ حساب سے صحیح ثابت نہیں ہوتی (بحوالہ سیرت النبی ۱/۱۷۱-۱۷۲، طبع قرآن مجل، کراچی)

① حدائق الانوار ۱/۲۹ طبع قطر عن التقویم العربی ۳۶ تا ۳۹

اس سب تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو نہیں، بلکہ صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہے۔ ہاں آپ ﷺ کی وفات ضرور ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی، جیسا کہ معروف کتب تاریخ و سیر سے معلوم ہوتا ہے، جس کی مفصل تحقیق کا یہ موقع نہیں۔ یہاں صرف ہمیں اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ ہمارے بھائی جس تاریخ کو خوشیاں مناتے ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کا یوم پیدائش نہیں، بلکہ یوم وفات ہے۔ اور چند سال پہلے بلکہ آج تک بارہ وفات کے نام سے مشہور ہے۔ تو وفات سرورِ کائنات ﷺ پر خوشیاں؟

اس چہ بوالعجبی است؟

اللہ تعالیٰ اس پہلو پر توجہ دینے اور سوچنے کی توفیق بخشے۔ آمین





## مروجہ میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کتاب و سنت کی روشنی میں

پورے عالم کے مسلمانوں اور بالخصوص اسلامیان برصغیر کا ایک طبقہ اس بات کا عادی ہو چکا ہے کہ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے جشن منائے اور جلوس نکالے۔ اکل و شرب کی دعوتیں کرے اور قوالیاں سنے جبکہ دوسرا طبقہ اس جشن کو شرعاً ناجائز قرار دیتا ہے۔

اس مختلف فیہ مسئلہ اور ایسے ہی دیگر اختلافی مسائل کے سلسلہ میں قرآن پاک نے ہمیں کئی بہترین اصول دیئے ہیں: جن میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ:

① تنازعات کو اول تو سرے سے ہوا ہی نہ دی جائے، تا کہ اُمت کی اجتماعی قوت میں کمزوری نہ پیدا ہو۔ جیسا کہ سورۃ الانفال آیت ۴۶ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ  
وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی۔ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

② اور دوسرا اصول ہے کہ اگر کبھی کسی معاملہ میں اختلاف ہو ہی جائے تو اس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں لے جاؤ اور وہاں سے جو فیصلہ صادر ہو، اسے قبول کر لو۔ جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۵۹ میں فرمانِ الہی ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ﴾

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿﴾

”پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اُسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔“

③ اور اس سلسلہ میں تیسرا اصول یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کر دیں تو اسے بلا پوچھن و چرا قبول کر لینا ہی ایمان کی سلامتی کا ضامن ہے۔  
جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۶۵ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا

يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿﴾

”(اے پیغمبر) تیرے پروردگار کی قسم، وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کروائیں اور پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کچھ اُداسی نہ ہو، بلکہ (خوشی خوشی) مان کر منظور کر لیں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے فیصلے کے خلاف دل میں ذرہ بھر بھی تنگی اور ناپسندیدگی کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جُنْتُ بِهِ)) ④

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس میرے لائے ہوئے طریقے (دین) کے تابع نہ ہو۔

اور سورۃ احزاب آیت ۳۶ میں فرمایا:

④ ابن کثیر آیت ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ﴾ (الاحزاب الایۃ: ۳۶)

④ جب اللہ اور رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی مرضی سے کوئی اور راہ اپنائے، بلکہ اُس فیصلے کو قبول کرنا ہی ہوگا چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ رِسْوَالَهُ، أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخَيْرَ-فَمِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرِسْوَالَهُ، فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

اور کسی مرد یا عورت کے لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا حکم کر دیں تو پھر ان کو اس بات میں کوئی اختیار ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمان نہ مانے (اور دوسروں کی رائے پر چلے) تو وہ گھلا گمراہ ہو چکا۔ ⑤

اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اصول (اپنے تنازعات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو) کے پیش نظر جب اس جشن میلاد جیسے اختلافی مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے کتاب الہی کو کھولیں۔ اس کے تیس پاروں یا ایک سو چودہ سورتوں کو اوّل تا آخر پڑھ جائیں۔ آپ کو کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں ملے گی۔ جس سے مروجہ جشن منانا ثابت ہو۔ لہذا عدالتِ الہی کا فیصلہ میلاد منانے والوں کے حق میں نہ ہو، اور جس کام کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا، اسے سرانجام دے کر اجر و ثواب کی توقع رکھنا کارِ عبث ہے۔

اور جب ہم ارشادِ الہی کے مطابق دوسرے ثالث یا عدالتِ مصطفیٰ ﷺ کا رُخ کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ عطرہ کا مطالعہ یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے نہ خود اپنی ولادت کے دن جشن منایا، اور نہ ہی اس بات کا کسی کو حکم فرمایا ہے۔

⑥ اس سے معلوم ہوا کہ کسی آیت یا حدیث کے مقابلے میں کسی مجتہد کی رائے پر عمل نہیں کرنا چاہئے، بلکہ جو نبی کوئی آیت یا حدیث ملے، اُسے سرنگھوں پر رکھیں اور مجتہد کی رائے صد احترام کے باوجود ترک کر دیں۔ کیونکہ اسی میں ایمان کی سلامتی اور گمراہی سے بچاؤ ہے۔

اور یہ بات بھی نہیں کہ آپ ﷺ نے شائد غربت و افلاس کی وجہ سے ایسا نہ کیا ہو۔ بلکہ اگر آپ ﷺ کی ملکی زندگی کو محدود معنوں میں قدرے تنگدستی کی زندگی بھی سمجھ لیا جائے تو ہجرت مدینہ کے بعد دس سال کے دوران آپ ﷺ دولتِ اسلامیہ کے بانی و حاکم ہو گئے تھے۔ عرب و عجم اور ممالکِ مشرق و مغرب کے تمام خزانے آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے تھے۔ مگر اس فارغ البالی کے باوجود بھی آپ ﷺ نے تادمِ آخر کسی سال بھی اس قسم کی عید اور جشن نہیں منایا تھا۔ اور جب خود صاحبِ میلاد نے ایسا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کرنے کا حکم دیا، تو ایسے کام کو سرانجام دینا کس طرح نیکی و ثواب ہو سکتا ہے؟

اگر اس کام میں نیکی و ثواب ہوتا یا کوئی بھی دینی یا دنیوی فائدہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ضرور اس کا حکم دے دیتے، کیونکہ آپ ﷺ کی شان میں تو خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ آیت ۱۲۷ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

”دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تمہیں میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔“

ایسے شفیق نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی نیکی سے کیسے محروم رکھ سکتے تھے؟ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے قولاً اور فعلاً دو ہی عیدوں کا پتہ چلتا ہے، جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ اور تیسرے نام کی عید کا تصور تک نہیں ملتا۔ البتہ آپ ﷺ کے بعض ارشادات میں یومِ جمعہ کو عید بلکہ دونوں معروف عیدوں سے بھی افضل قرار دیا ہے۔

بہر حال موقع ہونے اور کوئی امر مانع بھی نہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا نہ خود جشن منانا، نہ اس کا حکم دینا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کوئی کارِ خیر نہیں۔

## صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں مروّجہ جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت کے بارے میں واضح ہو گیا کہ یہ نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ سے، نہ قولاً اور نہ عملاً۔ سنن اربعہ میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَ ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَأَنَّهُمْ مَوْعِظَةٌ مَوْدِعٍ فَأَوْصِنَا، قَالَ: أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرَى اِخْتِلَافًا كَثِيرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ))<sup>①</sup>

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا پڑا اثر وعظ فرمایا، جس سے ہمارے دل خوف زدہ ہو گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ہم نے عرض کیا: یہ تو

① قرطبی ۱۳۸/۷، ۱۳۹۲ عن الترمذی وابن ماجہ، قال ابوبکر جابر الجزائری فی رسالته (الانصاف فیما قیل فی المولدمن الغلو والاجحاف) ص ۳۲. رواہ اصحاب السنن وهو صحیح الاسناد وانظر ایضاً الترغیب والترہیب للمنزلی. بتحقیق محمد محی الدین ۵۸/۱. حیث قال: رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ وابن حبان.

گویا الوداعی وعظ معلوم ہو رہا ہے۔ ہمیں وصیت فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں تقویٰ (اللہ کے خوف) اور سمع و طاعت کی تاکید کرتا ہوں۔ اگرچہ تم پر کوئی جہشی غلام امیر بنا دیا جائے۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت بڑے بڑے اختلافات کو دیکھے گا (یعنی اختلافات سے دوچار ہوگا) پس تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ اور (اس سنت) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو۔ اور دین میں نئی نئی باتیں داخل کرنے سے بچو اور ہر نئی بات (دین میں داخل کرنا) بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی آگ میں (لے جانے والی) ہے۔“

اور مسلم شریف میں ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ، أَمَا بَعْدُ. فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ. أَمَا بَعْدُ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.))

”بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے۔ بہترین حدیث اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ اور بدترین کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے ایجاد کئے گئے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (مسلم، عن جابر ابن عبد اللہ)

وفی رولیتہ النسائی:

((وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ فِي النَّارِ))

”اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت آگ میں (لے جانے والی) ہے۔“

نسائی کے علاوہ سُنن اربعہ، مُسنَد احمد، ابی یعلیٰ اور طبری کی متقارب الفاظ والی (ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے):

((اَفْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَأَفْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى اثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَسَفَتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ. (وَفِي رَوَايَةٍ: الْيَوْمَ) وَأَصْحَابِي))<sup>①</sup>

”یہود ایک بہتر فرقوں میں اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ اور یہ میری امت جہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور ان میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نجات وہ لوگ پائیں گے جن کا عمل مجھ جیسا اور میرے صحابہ جیسا ہوگا۔“

اور ایک روایت کے مطابق: ”اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آج کے عمل جیسا ہوگا۔“

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے کتاب و سنت کے بعد خلفاء راشدین اور عام صحابہ کے طریقے کو بھی معتبر اور ذریعہ نجات قرار دیا ہے۔ اور جب ہم خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بکثرت واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ایک اشارہ اور پر اپنا مال و جان قربان کرنے کے لیے بیتاب رہتے

① مشکاة بتحقیق الالبانی ۱/۶۱ لتفصیل المرعاة للعلامہ عبید اللہ رحماني ۱/۲۶۹ تا ۲۷۹ طبع مکتبہ ائربہ، سائنگھیل (شیخوپورہ). صحیح ابی داؤد (۳۸۳۲)، صحیح الترمذی (۲۱۲۸)، ابن ماجہ (۳۹۹۱-۳۹۹۲)، موارد الطمان - ابن حبان (۱۸۳۳)، مستدرک حاکم ۱۲۸/۱ مسند احمد ۳۳۲/۲ صحیح الجامع للالبانی (۱۰۸۲-۱۰۸۳)، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱۳۹۲، ۲۰۳) یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تھے۔ آپ ﷺ کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کے احکام و ارشادات پر عمل پیرا ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کی سنت پر مٹتے تھے۔

لیکن جب ہم اس مروجہ عید میلاد کو تلاش کرتے ہیں تو ان کی زندگیوں میں اس کا کہیں سراغ تک نہیں ملتا۔ نہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، نہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں، نہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد میں، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اور نہ ہی ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول و عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اور جو عمل موقع اور گنجائش ہونے اور ممانعت بھی کوئی نہ ہونے کے باوجود رسول کے شیدائیوں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرثیے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا ہو۔ وہ یقیناً شریعت اسلامیہ کا جزء نہیں ہو سکتا۔ یا پھر ہمیں اس بدگمانی کا کھل کر اظہار کر دینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذُ بِاللّٰهِ نَبِیِّ اٰکْرَمِ ﷺ سے محبت نہ تھی یا کم از کم اتنی نہ تھی جتنی آج کے جشن منانے والوں کو ہے۔

بخاری و مسلم شریف میں ارشاد نبوی ہے:-

((خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ . ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ))<sup>①</sup>

”تمام زمانوں سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس کے

بعد والے ہیں اور پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد والے ہیں۔“

یہاں آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے لوگوں میں سے اپنے اور اپنے صحابہ، پھر تابعین اور اس کے بعد تبع تابعین کے تین زمانوں کو قرون خیر قرار دیا ہے اور اس میلاد النبی کے بارے میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی سے کچھ منقول نہیں کہ ان تینوں صدیوں میں ہی کسی نے یہ عید ثالث منائی ہو۔

① متفق علیہ، مشکاة ۱۶۹۵/۳ بتحقیق الالبانی



اور بالآخر چار معروف فقہی مذاہب کے ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کی اجتہادی مساعی اور کتب فقہ کا مطالعہ کریں۔ آپ کو کسی امام صاحب کے یہاں اس عید کا ذکر نہیں ملے گا۔ اور نہ دیگر فقہاء و محدثین میں سے کسی نے اس کا حکم دیا ہے۔

تو پھر صاحبو! جو چیز خیر سے بھرے ہوئے تین زمانے بلکہ اسلام کے پہلے چھ سو پچیس (۶۲۵) برس تک موجود نہ تھی، اُسے جائز و ثواب قرار دینا شریعت سازی اور سنیہ زوری کے ہوا کچھ نہیں۔

اور جشن میلاد کی حیثیت اس وقت اور بھی خطرناک ہو جاتی ہے جب اس میں راگ رنگ اور گانے بجانے کا عنصر شامل ہو جائے، چاہے اسے توالی کہیں یا کوئی بھی نام دے لیں۔ اور جب جلو سوس میں مردوزن کا اختلاط ہو تو وہاں کیا کیا برائیاں جنم نہ لیں گی۔ اور پھر ذکر و دعاء کے اپنے بنائے ہوئے طریقے جن میں کسی کو بدعت کہا جاسکتا ہے تو کئی شرک پر منتج ہوتے ہیں۔ جیسے دُعاء و ندائے غیر اللہ وغیرہ۔ اسی طرح ان جلسے جلوسوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو کیا جاتا ہے، یہاں تک کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ الوہیت بلکہ اس سے بھی اُوپر چڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک جاہلانہ شعر ہے۔

اللہ کا پکڑا چھرائے محمدؐ محمدؐ کا پکڑا چھرا کوئی نہیں سکتا

یہ حد سے زیادہ بڑھانا، اسی غلو کی ایک مثال ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ تجسم اور عالمِ غیب ثابت کرنا وغیرہ بھی ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔



## قائلین عید میلاد النبی ﷺ کے دلائل اور ان کا جائزہ

ہم عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت کے بارے میں ذکر کر آئے ہیں کہ اس کا عہد رسالت و خلافت اور دور صحابہ و تابعین سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ ساتویں صدی ہجری (۶۲۵ھ) میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی، اور موصل کے قریبی شہر آربیل کے گورنر ملک مظفر ابوسعید کوکبری نے اسے رواج دیا۔ وہ محفل میلاد میں بھانڈ، مراٹی، راگ و رنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا، اور راگ سنتا اور گانا باجا سن کر خود بھی ناچا کرتا تھا۔<sup>①</sup>

اور مولف الابداع فی مضار الابداع نے لکھا ہے:

عیسائیوں کے کرسمس کی دیکھا دیکھی میں مصری فاطمیوں نے جشن میلاد کو رواج دیا

تھا۔<sup>②</sup>

اور قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت نہ ہونے اور ساتویں صدی میں آکر شروع ہونے کی

وجہ سے ہی اہل علم نے اسے ”بدعت“ قرار دیا ہے۔<sup>③</sup>

① البدایہ والنہایہ ۱۳/۱۳۶ تا ۱۳۷ طبع المعارف بیروت۔ الانصاف فیما قبل فی المولد من الغلو والجحاف لا بی بکر جابر الجزائری، ص ۳۱۔۳۲ طبع جمعیت احیاء التراث، کویت۔

② بحوالہ کلمة الحق فی الاحتفال بمولد سید الخلق للشیخ عبد اللہ آل محمود، ص ۵۰ طبع قطر۔

③ دیکھئے مقالہ شیخ ابن باز، مجلہ الجامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ، ج ۵، شمارہ ۴، مئی ۱۹۷۳ء۔ وفتاویٰ المنار، محمد رشید رضا، علامہ مصر، ج ۵ ص ۲۱۱ فتویٰ نمبر ۶۵

اس میلاد کے جواز کا فتویٰ سب سے پہلے ملک مظفر کے عہد کے ایک مولوی شیخ ابوالخطاب ابن دجیہ نے ایک رسالے ”التویری فی مولد البشیر النذیر“ میں دیا۔ جس کی تالیف پر اسے ملک مظفر نے ایک ہزار دینار انعام دیا تھا۔<sup>①</sup>

اور اس مولوی ”ابن دجیہ“ کو کبار علماء حدیث نے کذاب، ناقابل اعتبار، غیر صحیح النسب، بے تکی اور فضول باتیں کرنے والا قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیلات البدایہ والنہایہ (۱۳۷/۱۳۷) اور لسان المیزان (۲۹۶/۳-۲۹۷) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ایسے اوٹ پٹانگ مولوی کے فتوے کی جو حیثیت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اور پھر اس کے پیچھے مولویوں کی ایک بھید لگ گئی، اور متاخرین میلادیوں نے اس کے جواز کے جو دلائل دیئے ہیں ان کے ذکر اور ان پر بحث و تنقید کے لئے تو ایک طویل مقالہ درکار ہے۔ البتہ یہاں محض اشاروں میں مختصر عرض کر رہے ہیں۔ مثلاً:

### ① اعتراض:

کہا جاتا ہے کہ اگر میلاد بدعت ہے تو یہ بدعتِ حسنہ ہے۔ اور اس کی کئی مثالیں سابق میں پائی گئی ہیں۔ جیسا کہ نماز تراویح کی جماعت ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ سے تو صرف تین دن باجماعت ثابت ہے۔ پھر عہد فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا مہینہ جماعت کا اجراء کیا اور باجماعت نماز ادا کرتے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا:

((نَعَمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ.))

”یہ اچھی بدعت ہے۔“

اسی طرح ہی میلاد بھی ہے۔

① البدایہ والنہایہ (۱۳۷/۱۳۷) - الانصاف (۳۵/۳۴)

① جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز تراویح کو بدعت کہنا درست نہیں، کیونکہ یہ بدعت تب ہوتی جب اس کا نبی کریم ﷺ سے کوئی ثبوت ہی نہ ملتا۔ حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ دیگر کتب حدیث کے علاوہ خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں مذکور ہے کہ تیس دن نبی اکرم ﷺ نے باجماعت تراویح پڑھائی، لیکن چوتھے دن تراویح کی جماعت کے لیے آپ ﷺ تشریف نہ لائے جس کا سبب یہ بتایا:

((حَشِيئَةٌ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا))

پھر جب نبی کریم ﷺ اس دُنیا سے تشریف لے گئے اور تراویح کی فرضیت کا خدشہ زائل ہو گیا، تو فراسِ فاروق رضی اللہ عنہ نے الگ الگ تراویح پڑھنے کی بجائے اتفاق و اتحاد کی برکت کے پیش نظر نبی ﷺ کی سنت کے مطابق باجماعت ادا کیگی کا اجراء فرمایا۔ اور انھوں نے اپنے ارشاد میں بدعت کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ بھی اپنے متبادر و معروف معنوں میں نہیں ہے، بلکہ یہ مشاکلہ (یعنی شکلاً ملتا جلتا) ہے۔ جو کہ عربوں میں معروف تھا کہ ایسا لفظ استعمال کرنا جس سے اس کا اصل معنی نہیں بلکہ کوئی دوسرا معنی مراد ہوتا ہے۔

خود قرآن کریم میں اس مشاکلہ کی مثال موجود ہے۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۳۸ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً﴾

”اللہ کا رنگ (دین اسلام) اختیار کرو اور اللہ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا؟“

یہاں صبغہ سے مراد رنگ یا پاؤڈر نہیں بلکہ اسلام مراد ہے۔

اسی طرح قولِ فاروق میں بدعت سے مراد ہے: ”گذشتہ ایام میں نہ پائی جانے والی چیز

کو وجود میں لانا“۔ جبکہ یہ بھی نہیں کہ بالکل یہ سابق میں موجود نہ تھی۔ بلکہ اس کا اجراء سنتِ رسول ﷺ ہونے کے پیش نظر ہی کیا گیا تھا۔

### ۱ اعتراض:

دوسری دلیل کے طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم پر اعراب نہیں تھے وہ حجاج بن یوسف ثقفی نے لگوائے۔ پھر یہ عمل بھی بدعت ہو!۔

### ۲ جواب:

جبکہ یہ محض مغالطہ اور غلط فہمی ہے۔ ورنہ اعراب قرآن ”بدعت“ کے ضمن میں ہرگز نہیں آتا۔ بلکہ یہ ”مصالحِ مرسلہ“ کے باب سے ہے، یعنی ”دینی امور میں سے کسی حرج کو رفع کرنے اور کسی ضروری امر کی حفاظت کے لئے کوئی اقدام کرنا“۔ بات دراصل یہ تھی کہ عہدِ حجاج میں دولتِ اسلامیہ بہت زیادہ پھیل گئی تھی اور عرب و عجم کا اختلاط اور باہم رشتہ داریاں ہو رہی تھیں، جس کے نتیجے میں لغتِ عربی میں کمزوری آنے لگی۔ اور ”لحن“ عام ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ خود حجاج ایک فصیح و بلیغ عرب ہونے کے باوجود قرآن کریم کے بعض حروف میں لحن (یعنی قواعد کی خلاف ورزی) کر جاتا تھا۔ اور زیر والے حروف کو زبر سے یا زبر والے کو زیر سے پڑھ جاتا تھا۔ اور حجاجی بن یحمر نے اس پر نکیہ بھی کی تھی۔<sup>①</sup>

لہذا حفاظتِ تلفظ کے لئے اعراب ضروری تھا۔ کیونکہ ”جس چیز کے بغیر کوئی واجب ادا نہ کیا جاسکے، وہ بھی واجب ہوتی ہے“۔ لہذا اعراب قرآن کو قطعاً میلاد کے لئے بطور استدلال استعمال نہیں کیا جاسکتا، اور ان مصالحِ مرسلہ کی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں مثلاً: جمع و تدوین قرآن، جو کہ عہدِ صدیقی و عثمانی میں عمل میں آئی، وہ بدعت کے قبیل سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حفاظتِ قرآن مسلمانوں پر واجب ہے۔ اور یہ امور کمالیات و تحسینات کے باب سے ہیں۔

① انظر البدایہ والنہایہ ۱۲۶/۹/۵۔

جمہ کی پہلی آذان، مساجد کے منارے، محرابیں، مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی اسی قبیل مصالح سے ہے۔<sup>①</sup>

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنا۔ حضرت فاروق ص کا ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ہی نافذ کر دینا۔ اور صدقات سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کرنا، خراج، دیوان اور جیلوں کو جاری کرنا۔ اور عامۃ المجامعہ (بھوک و قحط سالی) میں چوری کی حد (ہاتھ کاٹنے) کو موقوف کرنا وغیرہ سب اپنے اپنے وقت کی اہم ضرورتیں اور دینی اعتبار سے مفید اور دافع ضرر امور تھے۔ اسی طرح ہی ائمہ مجتہدین کی طرف سے بھی بعض قواعد وضع کئے گئے ہیں جو کہ مصالح مرسلہ ضروریہ میں سے ہیں۔<sup>②</sup>

### ② اعتراض:

جشن میلاد کے دلدادگان (یعنی چاہنے والے) یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ حصولِ نعمت پر ذکر و شکر واجب ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ایک عظیم نعمت ہے لہذا شکر ان نعمت کے طور پر یہ جشن مناتے اور خوشیاں کرتے ہیں۔

### ③ جواب:

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ شکر ان نعمت واجب ہے، مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ ذکر و شکر نعمت کے لئے جلوس نکالنا جلسے کرنا، بھنگڑے ڈالنا، سیلیں لگانا اور قوالیاں سنتا ضروری ہے۔ اور کیا صحابہ و

① تفصیل کیلئے دیکھیں: الانصاف (لابی بکر الجبازی) ص ۲۶ تا ۲۰  
 ② تفصیل کے لئے دیکھئے: الاعتصام للشاطبی ۱۱۵ اور علم اصول الفقہ شیخ عبدالوہاب خلاف، ص ۸۵، ارشاد العقول فی بدعۃ الاختفال بمولد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم شیخ عبدالحمید عبدالحسن رکن مرکز دعوت و ارشاد، دہلی ص ۱۸ تا ۱۵، کلمتہ الحق فی الاختفال بمولد سیدنا الخلق صلی اللہ علیہ وسلم شیخ عبدالقدّال محمود آف قطر ص ۲۸ تا ۳۲۔

تابعین، ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ خود صاحبِ میلاد نے ایسے ہی اس نعمت کا شکر یہ ادا کیا تھا؟ اگر نہیں تو پھر ہمیں اس کا حق کس نے دیا؟ اور اگر اسی طرح شکرِ نعمت واجب ہے تب تو پھر کاروبارِ زیست ٹھپ کرنا پڑیں گے۔ تاکہ ہر روز جلوس و جشن کا اہتمام کیا جاسکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو شمار ہی مشکل ہے۔

جیسا کہ سورۃ النحل آیت ۱۸ اور سورۃ ابراہیم آیت ۳۴ میں خود باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

”اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکو گے۔“

اگر ذکر و شکرِ نعمت کا صحیح طریقہ اختیار کیا جائے، سنن رسول اللہ ﷺ کو اپنایا جائے، تو پھر یہ ہر مسلمان ہر روز کرتا ہے۔ نہ کہ سال میں صرف ایک دن۔ فَلْيَتَذَكَّرْ.

### ● اعتراض:

عیدِ میلاد کے جواز کی دلیل کے طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی فرمایا تھا۔ اور چونکہ یہ دن مبارک تھا، اس دن کو یہودی بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دلائی تھی۔ اور ہمیں بالاولیٰ چاہیے کہ نبی ﷺ کی ولادت کے بابرکت دن کا روزہ رکھیں۔

### ● جواب:

اندازہ فرمائیں کہ کتنی ٹیڑھی سوچ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو روزہ رکھا، اور اس کا حکم فرمایا۔ مگر آج کے میلادِ یومِ روزہ رکھنے کی بجائے دسترخوان سجاتے، سبیلیں لگاتے، قوالیاں سنتے اور بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ اَلْعِيَاذُ بِاللَّهِ:

آپ ﷺ نے یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا، مگر اپنے یومِ ولادت کے بارے میں

آپ ﷺ سے ایسی کوئی چیز ثابت نہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے نہ کہ اپنی طرف سے ابتداء، نہ روزہ کی شکل میں اور نہ ہی لہو و لعب کے انداز میں۔

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ تو قریش پہلے ہی رکھا کرتے تھے اور ممکن ہے کسی سابقہ شریعت سے انہوں نے اس کا حکم لیا ہو۔ جیسے حرمت والے چار مہینوں کا احترام کرنا اور حج کرنا وغیرہ ہیں۔ اور عہد جاہلیت میں لوگوں کے روزہ رکھنے کا ثبوت صحیح بخاری (۲۳۴۴/۴ مع الفتح) اور صحیح مسلم (۵/۷ مع النووی) میں موجود ہے۔ اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور یہودیوں کو روزہ رکھتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے؟ اور انہوں نے نجات موسیٰ کا واقعہ بتایا اور کہا ہم اسی کے شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام پر تم سے زیادہ حقدار ہوں۔ لہذا آپ ﷺ نے بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔ تو اس کے بارے میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

”نبی اکرم ﷺ نے (یہود سے سن کر) اس روزے کی ابتداء نہیں کی“ بلکہ صحاح و سنن میں مذکور صحیح حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ:

”عہد جاہلیت میں بھی قریش روزہ رکھا کرتے تھے“۔

اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ہو سکتا ہے قریش دین ابراہیم علیہ السلام کے کسی حکم پر روزہ رکھتے ہوں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا روزہ رکھنا موافقت دین ابراہیم علیہ السلام کے سبب ہو، جیسا کہ حج کا معاملہ ہے۔ اور پھر جب یہود کو روزہ رکھتے دیکھا تو ان کی تالیف قلب کے لئے بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم فرمایا ہو۔ اور اس میں بھی کوئی امر مانع نہیں کہ فریقین ایک ہی دن کا روزہ دو الگ الگ اسباب کی بنا پر رکھتے ہوں۔<sup>①</sup>

① تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر ۳/۲۳۸۔ طبع دارالافتاء الریاض۔



### ❶ اعتراض:

بعض قائلین میلاد تو اس حد تک جسارت کر جاتے اور کہہ دیتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے یوم ولادت پر ایک مینڈھا بطور عقیقہ ذبح کیا کرتے تھے۔ تو ہم لوگ کیوں نہ عید میلاد منائیں۔

### ❷ جواب:

سب سے پہلے تو عقیقہ کا معنی سمجھ لیں۔ امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: عقیقہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کھانا جو بچے کی ولادت کی خوشی میں پکایا اور کھلایا جائے۔ وہ عقیقہ کہلاتا ہے۔<sup>❶</sup> اور ان کا کہنا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک سنت یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور تب نہ ہو سکے تو چودھویں دن ہو یا پھر اکتیسویں دن۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔<sup>❷</sup> اور جو شخص بالغ ہو جائے اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو، اس میں اختلاف ہے کہ وہ اپنی طرف سے عقیقہ کرے یا نہیں؟

بہر حال اگر جواز والوں کی بات ہی لے لی جائے تو عمر میں ایک مرتبہ عقیقہ کرنا ہوگا اور پھر ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ چہ جائیکہ ہر سال عقیقہ کیا جائے اور کسی قطعی طریق سے ہرگز ثابت نہیں کہ نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بھی عقیقہ کیا ہو۔ کہاں ہر سال عقیقہ کا دعویٰ۔

اور جس روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے

❶ المغنی امام ابن قدامہ ۴۵۸/۹۔ طبع الریاض۔

❷ المغنی امام ابن قدامہ ۴۶۱/۹۔ طبع الریاض۔

عقیدہ کیا۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔  
 یہ مسند بزار کی روایت صحیح ثابت نہیں ہے۔ اور خود امام بزار کا کہنا ہے کہ:  
 ”یہ روایت بیان کرنے میں عبد اللہ اکیلا منفرد ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔“  
 آگے فرماتے ہیں:

”امام عبد الرزاق، صاحب المصنف کا کہنا ہے کہ محدثین نے صرف اس روایت کے  
 بیاں کرنے کی وجہ سے عبد اللہ بن محرز سے روایت لینا ہی ترک کر دیا۔ تو گویا اس روایت کے  
 بیان کرنے نے عبد اللہ بن محرز کی ثقاہت ہی مٹا دی تھی۔ لہذا اس سے کسی قسم کا استدلال کیسے  
 درست ہو سکتا ہو؟“

### ① اعتراض:

جبکہ اسی سلسلہ میں ہی اُن کے بعض مناظر لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن  
 روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔ اور پھر اسی سے عید میلاد کا جواز  
 پیدا کرتے ہیں۔

### ① جواب:

عرض یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے  
 کہ انہی احادیث میں جمعرات کے روزے کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی (صحیح ابن  
 حبان) میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا کوشش کر کے روزہ رکھا کرتے تھے۔ جبکہ نسائی  
 اور ابوداؤد (صحیح ابن خزیمہ) میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر بتایا کہ پیر  
 اور جمعرات کو بندوں کے اعمال، اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ  
 میرے اعمال اس حال میں اٹھائے جائیں کہ میں روزے سے ہوں۔

① فتح الباری ۳/۲۳۶۔

① راجع فتح الباری ۱۲/۱۲۔

اور صحیح مسلم و ترمذی میں بھی پیر اور جمعرات کے روزہ کی یہی وجہ بیان ہوئی ہے۔ اور مسلم کی ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ پیر کے روزے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی دن میں پیدا ہوا تھا، اور اسی دن میں مبعوث کیا گیا یا مجھ پر وحی نازل کی گئی تھی۔<sup>①</sup>

ان تمام احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پیر و جمعرات کے روزے کا اصل سبب اعمال کا پیش کیا جانا ہے۔ اور اضافی سبب (صرف پیر کے روزہ کے لیے) یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اسی دن پیدا ہوئے تھے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کا روزہ رکھنا محض ولادت کی وجہ سے ہوتا تو آپ ﷺ صرف پیر کا روزہ رکھتے۔ جمعرات کا نہ رکھتے۔ پھر پیر کا روزہ بھی سال میں ایک مرتبہ رکھتے جو آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کے موافق ہوتا، ہر ہفتہ میں نہ رکھتے۔ کیونکہ کسی واقعہ کی یاد سال میں ایک مرتبہ ہی منائی جاتی ہے نہ کہ ہر ہفتے میں ایک مرتبہ۔

لہذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا روزہ رکھنا اعمال کے اللہ کے سامنے پیش کیے جانے کی وجہ سے تھا۔ اور اگر کوئی حُبِ رسول کا دم بھرنے والا ہے تو وہ ہر ہفتے میں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرے، جو کہ سنتِ رسول ہے، نہ کہ بدعات کا ارتکاب کرے۔ اور بدعات کے جواز کے لیے احادیث کا مفہوم توڑ موڑ کر بیان کرتا پھرے۔ اور روزے کی بجائے۔ اکل و شرب کی محفلوں کی طرف دعوت دیتا پھرے۔

اور نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ہرگز ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ربیع الاول (۱۲ یا ۹) کا روزہ کبھی رکھا ہو جو کہ آپ ﷺ کا یوم ولادت ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص ہر سال اس دن کا روزہ اس نیت سے رکھے تو یہ گویا نبی ﷺ سے پیش قدمی، شریعت سازی اور نعوذ باللہ نبی ﷺ کو شریعت آموزی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ.

① ریاض الصالحین، ص ۳۸۸ تا ۳۸۹، مراجعہ الأرنؤوط۔ طبع دمشق (شام)

### ● اعتراض:

ان کی ساتویں دلیل یہ ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں تریسٹھ اُونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح کئے تھے۔ بعض لوگ بڑی دور کی کوڑی لاتے اور اس سے عجیب نتیجہ نکالتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا تریسٹھ اُونٹ ذبح کرنا اس بات کی علامت ہے کہ آپ ﷺ نے ہر سال کے بدلے میں بطور عید میلاد ایک اُونٹ ذبح فرمایا۔

### ● جواب:

بدعت ساز اور بدعت نواز لوگ پہلے ایک چیز ایجاد کرتے ہیں اور پھر اسے ثابت کرنے کے لئے نصوص کا آپریشن کر کے انہیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ جبکہ درحقیقت ان کی اس دلیل اور دلیل دینے والے میں کوئی ربط و تعلق نہیں۔ کیونکہ:

① معروف بات ہے کہ آپ ﷺ نے وہ اُونٹ دس ذوانِ الحج کو ذبح کئے تھے۔ جو کہ بارہواں مہینہ تھا۔ جبکہ آپ ﷺ کی ولادت ربیع الاول (۹ یا ۱۲) کو ہے جو کہ اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے۔ لہذا ان قربانیوں اور عید میلاد میں کیا مناسبت ہے؟

② اگر ان قربانیوں سے عید میلاد کا جواز ثابت بھی کرنا ہو تو پھر عید میلاد بھی دس ذوانِ الحج کو ہی ہونی چاہیے۔ نہ کہ ربیع الاول میں۔

③ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو (۱۰۰) اُونٹ کی قربانی دی تھی۔ ان میں سے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ تو آپ ﷺ اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے لائے تھے اور سینتیس (۳۷) اُونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہم سے لائے تھے۔ اور شرح مسلم نووی (۱۹۲/۸) میں قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کے بقول: ”آپ ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے جو آپ ﷺ اپنے ساتھ لائے تھے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں مذکور ہے:

اور حضرت علیؓ کو وہ سینتیس (۳۷) اُونٹ ذبح کرنے کے لئے دیئے گئے، جنہیں وہ یمن سے آپ ﷺ کے لئے لائے تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کے تریسٹھ (۶۳) اُونٹ ذبح کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال ہی لایعنی ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے جو اوپر ذکر ہوئی۔

④ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کا تریسٹھ (۶۳) اُونٹ ذبح کرنا تو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عمر شریف کے تریسٹھ (۶۳) سال پورے ہو گئے ہیں اور زیست کی انتہا ہو گئی ہے۔ اور واقعی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی طرف اشارے بھی ہو گئے کہ اس حیاتِ مستعار کے خاتمے اور اس جہانِ فانی سے کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مثلاً:-

یوم عرفہ میں آیت ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ...﴾ کا نزول ایام تشریق میں سورۃ الفتح کا نزول، آپ ﷺ کا بار بار خطبات ارشاد فرمانا، اور خطبات میں اشارہ کرنا کہ شاید اس سال کے بعد ہم یہاں اکٹھے نہ ہو سکیں وغیرہ۔ لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اگر تریسٹھ سال کا عدد کسی بات کی دلیل ہے تو وہ صرف اس کی کہ تریسٹھ سال کی عمر مکمل ہو گئی ہے۔ اب ان سالوں میں کسی سال کا اضافہ نہیں ہوگا۔ نہ کہ یہ ابتدائے میلاد کی علامت تھا۔ کہاں ابتداء اور کہاں انتہاء؟

### ⦿ اعتراض:

عیدِ میلاد کا جواز ثابت کرنے کے لئے امام سیوطی (( الْمَعْرُوفُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ بِحَاطِبِ اللَّيْلِ يَعْنِي يَجْمَعُ بَيْنَ الشَّيْءِ وَضِدِّهِ )) نے الحادوی فی الفتاویٰ میں ایک تاریخی روایت بیان کی ہے کہ:

خواب میں کسی (عباس بن عبدالمطلب) کو ابولہبِ خائب و خاسر ملا اور اس نے بتایا کہ مجھے عذاب ہوتا رہتا ہے سوائے اس کے کہ ہر پیر کی رات کو اُس دن عذاب میں کچھ تخفیف ہوتی ہے۔ اور اپنی انگلیوں کے درمیان سے چند قطرے پانی بھی چوسنے کو ملتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ جب میری کنیز ثویبہ نے مجھے محمد ﷺ کی ولادت کی خبر دی تھی تو میں نے اُسے آزاد کر دیا

تھا اور پھر اسی نے آپ ﷺ کو دودھ بھی پلایا تھا۔

### ① جواب:

یہ قصہ اور اس سے جوازِ میلاد کی دلیل لینا کئی طرح سے غلط ہے۔ مثلاً:-

① اس بات پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے کہ کسی نبی کے خواب کے سوا (کہ نبیوں کا خواب وحیِ وحق ہوتا ہے) کسی دوسرے کا خواب کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا۔

② یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما ہیں یا کوئی اور ہے؟ اور پھر ان سے جس نے روایت بیان کی ہے، انہوں نے بالواسطہ بیان کی ہے۔ لہذا یہ روایت مُرسل ہوئی جس سے مسائل عقائد کے بارے میں استدلال صحیح نہیں۔<sup>①</sup>

③ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے زمانہ قبل از اسلام میں یہ خواب دیکھا ہو اور کفر کی حالت میں دیکھے گئے خواب کہاں جُت ہو گئے۔ جبکہ مومن و متقی کا خواب بھی جُتِ شرعی نہیں ہوتا، سوائے انبیاء رضی اللہ عنہم کے خواب کے۔

④ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ کافر اگر کفر پر ہی مرجائے تو اسے اس کے کسی عمل کا ثواب نہیں ملتا۔ اور یہی صحیح بھی ہے۔ کیونکہ سورہ فرقان آیت ۲۳ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿وَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا﴾

”اور ہم ان (کفار) کے اُن اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انہوں نے (دُنیا میں) کیئے تھے۔ تو اُن (اعمال) کو اُڑتی ہوئی خاک کی طرح کر دیں گے۔“

اور سورہ کہف آیت ۱۰۵ میں فرمانِ الہی ہے:

① جبکہ علماء کے صحیح تر قول کے مطابق مُرسل روایت صرف عقائد ہی میں نہیں بلکہ احکام میں بھی قابلِ جُت نہیں ہوتی۔

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾

”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کر دیا، اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ پس اس لیے ان کے سارے اعمال (کفر کی وجہ سے) ضائع ہو گئے۔ قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔“

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں فرمانِ الہی سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی حالتِ کفر پر مرجائے تو اس کے کسی عمل کا ثواب اسے نہیں ملتا۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ عبد اللہ بن جدعان جو ہرج کے موقعہ پر ایک ہزار (۱۰۰۰) اونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور ایک ہزار آدمیوں کو خٹے پہنایا کرتا تھا اور جس کے گھر میں حلف الفضول کا معاہدہ طے ہوا تھا (جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے) کیا اسے یہ چیزیں فائدہ پہنچائیں گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ کیونکہ اس نے عمر بھر کبھی یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! قیامت کے روز میرے گناہوں کو بخش دینا“۔<sup>①</sup>

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابولہب کے خواب کی کوئی قیمت نہیں، نہ اس سے استدلال صحیح ہے۔

⑤ ابولہب کی خوشی ایک طبعی امر تھا (کہ وہ چچا تھا) نہ کہ اس کی خوشی کوئی تعبدی نقطہ نظر سے تھی۔ اور جب کوئی خوشی اللہ کے لئے نہ ہو بلکہ اپنے یا کسی قریبی کے یہاں بچے کی پیدائش پر فطری و طبعی خوشی ہو تو اس پر ثواب نہیں ہوتا۔ اس بات سے بھی اس روایت کا ضعیف و کمزور اور جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے۔

① بحوالہ الانصاف جزائری۔ ص ۴۱

⑥ مومن تو اپنے نبی ﷺ کے وجود سے ہر وقت خوش رہتا ہے۔ لہذا اس کے لئے سال میں ایک مرتبہ اظہارِ خوشی کا موقع (میلاد) ایجاد کرنا، کسی طرح بھی لائق نہیں ہے۔

المختصر، خرافیوں کے ان اور ایسے ہی دیگر بودے، بے جان اور بے سرو پا دلائل، ان کی دُوراز کارت و یلوں، چابکدستیوں اور عتاریوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان الحکمۃ الکبریٰ، الخمر ۳۱۹۵۲ (سعودی عرب)



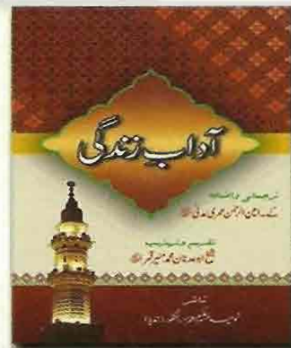
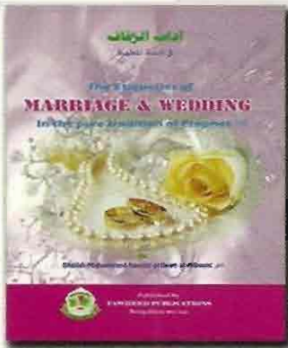
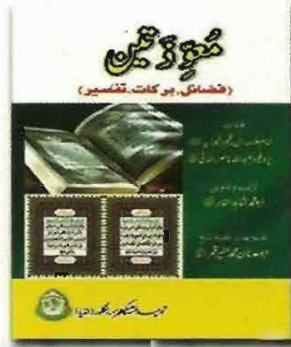
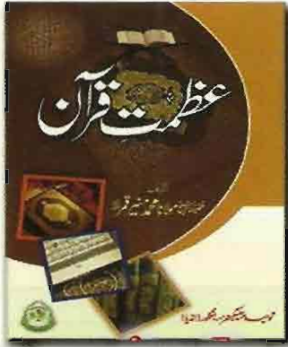


## کتابیات

نمبر شمار	کتاب
۱	قرآن مجید
۲	تفسیر ابن کثیر
۳	طبقات ابن سعد
۴	دلائل النبوة - بیہقی
۵	فقہ السیرة علامہ محمد الغزالی بتحقیق علامہ البانی
۶	سنن ترمذی
۷	تحفة الاحوذی شرح ترمذی علامہ عبدالرحمن مبارکپوری
۸	زاد المعاد علامہ ابن قیم بتحقیق الاناؤوط
۹	سیرت النبی ﷺ علامہ شبلی نعمانی
۱۰	رحمة للعالمین ﷺ علامہ قاضی سلیمان منصور پوری
۱۱	مجمع الزوائد امام بیہقی
۱۲	فتح الربانی شرح و ترتیب مسند احمد الشیبانی، علامہ احمد عبدالرحمن البتاء
۱۳	البدایہ والنہایہ امام ابن کثیر
۱۴	محمد ﷺ القدوة الكاملة وزارت امور اسلامیہ، دہلی
۱۵	حدائق الانوار، ادارہ امور دینیہ، قطر
۱۶	تفسیر امام قرطبی (الجامع لاحکام القرآن)
۱۷	الانصاف فیما قیل فی المولد من الغلو والاحفاف، ابو بکر جابر جزائری
۱۸	الترغیب والترہیب للمذہبی بتحقیق محمد محی الدین عبدالحمید

نمبر شمار	کتاب
۱۹	مشکوٰۃ تحقیق، علامہ البانی
۲۰	المرعاة شرح المشکوٰۃ، علامہ عبید اللہ رحمانی
۲۱	صحیح ابی داؤد، للالبانی
۲۲	صحیح الترمذی، للالبانی
۲۳	سنن ابن ماجہ تحقیق محمد فواد عبد الباقی
۲۴	موارد الظمان بزوائد صحیح ابن حبان امام بیہقی تحقیق محمد عبدالرزاق حمزہ
۲۵	مستدرک حاکم
۲۶	مسند احمد
۲۷	صحیح الجامع الصغیر للالبانی
۲۸	سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی
۲۹	کلمۃ الحق فی الاحتفال بمولد سید الخلق شیخ عبداللہ بن زید آل محمود۔ قطر
۳۰	فتاویٰ المنار علامہ رشید رضا۔ مصری
۳۱	الاعتصام للشاطبی
۳۲	علم اصول الفقہ شیخ عبدالوہاب خلاف
۳۳	ارشاد العقول فی بدعۃ الاحتفال بمولد الرسول ﷺ۔ مرکز الدعوة، دہلی
۳۴	فتح الباری شرح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی، طبع دارالافتاء
۳۵	ریاض الصالحین امام نووی مراجعۃ الارناؤوط
۳۶	المغنی امام ابن قدامہ المقدسی

# ہماری جدید اور مفید مطبوعات



SAHEEH YAUME WILADATE MUSTAFA ﷺ

**JASHNE MEELAD; YAUME WAFAT PAR?**

EK TAHQEQ, EK JAYEZA

Published By

توحید پبلیکیشنز

**Tawheed Publications**

#43, S.R.K. Garden, BENGALURU-41

Email : tawheed\_pbs@hotmail.com

URDU

7

